ہو جائیں۔ یہی اجماع مسند ہے، یہی کتاب و سنت سے ثابت ہے، یہی طریقہ سلف صالحین سے معلوم ہے اور یہی موافق عقل ہے۔

رہی مولویوں کی کثرت، وہ اولاً تو کانگریس کی تائید میں ہے نہیں، اور اگر ہو بھی تو مولویوں کی کوئی مقدار بھی کسی بات کو شرعی اجماع کی حیثیت نہیں دے سکتی جب تک اجماع کے شرائط موجود نہ ہوں۔

ہاں زیر بحث حدیث سے متعلق ایک بات اور یاد رکھیے کہ اس امت میں ایک گروہ کو (خواہ وہ کتنی ہی قلت میں ہو) حق پر قائم رکھنا مصلحت دینی کے لیے ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم فرما دی ہے اس وجہ سے دو باتیں ضروری ہوئیں، ایک یہ کہ قرآن ہمیشہ کے لیے ہر طرح کی تغییر و تبدیل سے محفوظ کر دیا جائے، دوسری یہ کہ خلائق پر دین کی حجت تمام کرنے کے لیے اس امت کے اندر ایک جماعت حق پر ہمیشہ قائم رہے۔ اس جماعت کی علامت یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہو اور اپنے ہر قول و فعل کو اس کسوٹی پر جانچنے کے لیے تیار رہے۔

ارتداد اور تبلیغ کفر کو روکنے میں جبر کا استعمال

سوال:۔ اسلام میں قتل مرتد کا حکم کس آیت قرآنی سے استنباط کیا گیا ہے؟ مولانا مودودی صاحب نے ایک ہندو کے سوال کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ "ہم کسی مسلمان کو اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اپنا دین تبدیل کرنے کی اجازت نہ دیں گے"۔ اس جواب سے دین اسلام کے منوانے میں جبر کا جواز نکلتا ہے، یہ چیز غیر مسلم اقوام کے لیے اسلام پر حملہ کرنے کے لیے ایک محفوظ مورچہ بن گئی ہے۔ آخر ایسا جبری ایمان کس کام کا؟ نیز مسلمان ریاست کے حکام کے پاس وہ کونسی روشن دلیل ہو سکتی ہے جس کی بنا پر وہ مرتد کو قتل کریں گے؟

بخلاف اس کے انگریزی راج میں ہر مذہب کے پیروؤں کو تبلیغ کی آزادی ہے اور ایک قادیانی تک ۱۹۰۸ء اور ۱۹۳۵ء کے سرکاری اعلان کے ماتحت عین لندن میں اپنے "مسیح موعود" یا بروزی نبی کی دعوت پھیلا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن دین الٰہی کی تبلیغ انگریزی شاہی خاندان تک میں کر سکتا ہے اور ان دونوں کی جان کی حفاظت پھر بھی گورنمنٹ پر واجب ہوگی۔ کیا اسلامی ریاست میں بھی ایک قادیانی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکے گا اور اس کی جان کی حفاظت اسلامی حکومت کرے گی؟

جواب:۔ قتل مرتد کے حکم پر لوگوں کو جو اعتراض ہے وہ درحقیقت نتیجہ ہے اس اختلاف کا جو ہم میں اور دوسروں میں نفس دین کے بارے میں ہے۔ ہمارے ہاں دین زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ عبادت، ریاست، معیشت، کوئی چیز دین سے باہر نہیں ہے اور دوسروں کے یہاں دین محض پرائیویٹ زندگی تک محدود ہے جو چند رسموں اور چند "عبادتوں" پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے دوسروں کو اس بات میں کوئی زحمت نہیں ہے کہ جب چاہے کوئی شخص ان کے دین سے باہر نکل جائے، بشرطیکہ ان کے قانون سیاسی و اجتماعی (یعنی ریاستی دین) کا وفادار رہے۔ اسی طرح اس میں بھی ان کے لیے کوئی زحمت نہیں ہے کہ باہر سے اگر جو شخص چاہے ان کے ہاں اپنے دین کی اشاعت کرے، بشرطیکہ اس کا دین بھی ان کے دین کی طرح پرائیویٹ زندگی تک محدود ہو۔ وہاں تو اجتماعی زندگی ریاستی قانون (یعنی دین ریاست) کے ماتحت ہے جس نے تدریجاً دین خدا پرستی کو شکست دے کر اور اسے انفرادی زندگی کے دائرے میں محدود کر کے اس کی جگہ لے لی ہے اور اسی

وجہ سے اب سارا زور اس کی وفاداری پر صرف کیا جاتا ہے اور اسے گوارا نہیں کیا جاتا کہ کوئی شخص اس ریاستی دینی نظام قانون کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکے یا اس کے خلاف بغاوت برپا کرنے اور کسی دوسرے نظام کے قائم کرنے کے لیے تبلیغ کرے۔

ہمارے ہاں شخصی دین اور ریاستی دین الگ الگ نہیں ہے۔ ایک ہی دین ہے جس کا اتباع انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں میں مطلوب ہے۔ پس ہمارے ہاں اگر کوئی شخص دین سے نکلنے کا اعلان کرتا ہے تو وہ صرف اپنی شخصی زندگی ہی نہیں بدلتا بلکہ ہمارے ریاستی نظام سے بغاوت کرتا ہے اور ملک میں فساد برپا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص باہر سے آکر اپنے دین کی تبلیغ کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہمارے اندر آکر ہمارے نظام اجتماعی کے خلاف ہمارے لوگوں کو بغاوت کی دعوت دیتا ہے۔ ان چیزوں کو دنیا کی کوئی ریاست گوارا نہیں کر سکتی۔ انگریز جن کی رواداری کا آپ نے حوالہ دیا ہے، کیا اس بات کو گوارا کرتے ہیں کہ ان کے ملک میں جا کر آپ ان کے نظام کو الٹنے کی دعوت دینے کھڑے ہوں؟ بے شبہ انھیں اس بات پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ ایک قادیانی مشن ان کے ملک میں جا کر اپنے غیر سیاسی دین کی دعوت دے، لیکن کیا وہ ایک مسلم مشن کو بھی گوارا کر سکتے ہیں جو وہاں جا کر یہ دعوت دے کہ بادشاہ حقیقی صرف خدا ہے اور اسی کا قانون ماننا چاہیے اور اس کے قانون کے سوا سارے قانون باطل ہیں اور جو لوگ اللہ کے قانون کے سوا کسی اور قانون کی برضا و رغبت اطاعت کرتے ہیں وہ مشرک ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی رواداری کی ان سے توقع نہیں کی جا سکتی۔

جبراً مسلمان بنانے کا بھی یہاں سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں اتمام حجت اور وضاحت حق کے بعد کسی شخص کو ضلالت پر قائم رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ چنانچہ جن قوموں میں خدا نے کسی نبی کو بھیجا اور نبی نے پورے طور پر ان پر حق واضح کر دیا، ان کے منکرین کو خدا نے ہلاک کر دیا، صرف مومنین کو باقی رکھا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون جاری کریں اور جن لوگوں نے نبی کے دین کو قبول نہیں کیا ہے انھیں اپنی اطاعت پر مجبور کریں، تاکہ اگر ان میں کچھ صلاحیت ہو تو وہ ان کے ماتحت رہ کر دین حق کو قبول کریں، ورنہ کم از کم خدا کی زمین ان کے فساد سے مامون رہے۔ یہ الاؤنس کہ ان کو جینے کا موقع مل گیا، اس وجہ سے دیا جاتا ہے کہ نبی کی بعثت ان کی طرف براہ راست نہیں ہوئی، بلکہ بالواسطہ ہوئی ہے، جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غیر بنی اسمٰعیل تھے جن کو ذمی بنایا گیا۔ باقی رہے وہ لوگ جن کی طرف نبی کی بعثت براہ راست ہوتی ہے۔ چونکہ ان پر اتمام حجت ممکن حد تک ہو چکتا ہے اس وجہ سے ان کے لیے صرف دو صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ یا تو اسلام لائیں یا تلوار قبول کریں۔ چنانچہ بنی اسمٰعیل کے منکرین کے ساتھ یہی ہوا۔

اس اصول کے ماتحت اب ان لوگوں کے مسئلہ پر غور کیجیے جو مسلمانوں کے اندر سے خدا کے قانون سے بغاوت کریں۔ ظاہر ہے کہ یہ ان لوگوں میں داخل نہیں ہو سکتے جن کی طرف نبی کی بعثت براہ راست نہیں ہوئی ہے کہ ذمیوں میں شمار ہو سکیں لازماً ان لوگوں میں شمار ہوں گے جن پر حق واضح ہو چکا ہے یا جن کے لیے وضاحت حق کے لیے تمام وسائل موجود ہیں، کیونکہ وہ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر رہ چکے ہیں۔ اب اگر وہ خدا کے قانون سے بغاوت کرتے ہیں تو آخر خدا کا قانون ان کو کس غرض کے لیے جینے کی مہلت دے گا؟ اب ان کی ہدایت کے لیے کس چیز کا انتظار باقی ہے؟ ان لوگوں کو سورہ مائدہ کی آیت